ڈاکٹر جابر حسین
لیکچرار ماڈل کالجز، اسلام آباد

روح اللہ خمینی کی شاعری میں تنقیدِ تصوف و عرفان

Abstract

Syed Rooh ul Allah Khumaini is known in the East and west of the world as the founder of Islamic revolution of Iran and as well as a prominent jurist,reknown theologist in the Muslim world. He is known as well as a great "Arif" among the jurists in the modern Muslim world. On his scholarly personality, his political and ideological views, although research articles and books are being published in Iran frequently, but till his literary verses need to be studied and spread in the world to introduce his thoughts and his deep inner personality reflected and expressed in his literary creations. This article deals with his critical views regarding "Tasawwuf and Irfan".This article finds out the reasons of criticism on "Soofi/Arif" with the special reference of Ayatollah Khumaini's Poetry.

کلیدی الفاظ:

قلبی واردات، جامع الشرائط، فنافی اللہ، خرقہ، اسفارِ اربعہ، "فصوص الحکم

مقدمہ

سید روح اللہ خمینی ہمہ جہت شخصیت کی حامل ذات ہونے کے ناطے بجا طور پر اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کے علمی کمالات، فقہی اجتہادات، سیاسی فکر و بصیرت، قومی و ملی شعور، فکری ندرت، شعری تخلیقات اور عالم اسلام و عالمِ انسانیت پر ان کے افکار و کردار کے اثرات پر تحقیق و جستجو کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس حوالے سے مملکت ایران میں تو کام کیا گیا ہے اور ابھی مزید بھی کیا بھی جا رہا ہے۔ آیت اللہ خمینی کی فکر و شخصیت کی مکمل تفہیم اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک ان کی شعری تخلیقات میں چھپا ہوا خمینی دریافت نہ کیا جائیں۔ ان کا شعری دیوان اپنے اندر اسرار و معانی کا ایک متلاطم سمندر اور سوز و گداز کا ایک آتش فشاں لیے ہوئے ہے۔ آیت اللہ سید روح اللہ خمینی نے شعر و شاعری کو بطور پیشہ زندگی میں کبھی اختیار نہیں کیا۔ ان کے ذوقِ شعر گوئی کے حوالے سے ان کا اپنا قول ملاحظہ کیجیے۔

"سچی بات یہ ہے کہ میں نہ جوانی میں شعر گوئی پر قدرت رکھتا تھا جو شعر و شعور کا موسم ہوتا ہے اور اب ختم ہو چکا، نہ فصلِ پیری میں کہ اسے بھی پیچھے چھوڑ چکا ہوں اور نہ (اب) ارذل العمر کی حالت میں (کہ) جس سے اب دست و گریباں ہوں۔"(۱) ان کا یہ شعری دیوان در اصل اُن کے حالتِ کیف و استغراق میں کہے گئے قلندرانہ احساسات و جذبات اور قلبی واردات پر مشتمل بے ساختہ اشعار کا مجموعہ ہے۔ زیر نظر مضمون میں آیت اللہ خمینی کے ایک ایسے فکری و تنقیدی پہلو کا جائزہ لیا گیا ہے جس کا تعلق وادیٔ تصوف و عرفان میں سفر کرنے والے انسانوں کے عظیم طبقے سے ہے۔ جس سے متعلق ان کے دیوان میں ۴۰ سے زائد اشعار موجود ہیں۔ کسی تخلیق میں ایک ہی موضوع سے متعلق اتنے اشعار کا موجود ہونا اس بات کی گواہی دیتا ہے کی تخلیق کار کے دل و دماغ و نظامِ فکر میں یہ موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عرفا و صوفیاء کی تاریخ سے متعلق دو تین امور سامنے رکھے جائیں۔ "عرفا و صوفیاء کو اگرچہ اسلام کے اندر ایک (الگ) مذہبی فرقہ نہیں سمجھا جاتا اور خود وہ لوگ بھی اس قسم کی تفریق کے دعویدار نہیں ہیں۔ یہ حضرات تمام اسلامی

فِرَق و مذاہب میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے ایک ایسا سماجی گروہ تشکیل دے رکھا ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔کچھ مخصوص افکار و نظریات یہاں تک کہ نشست و برخاست، میل جول، خانقاہوں میں سکونت، سر و صورت کی آرائش اور کپڑے وغیرہ پہننے میں کچھ مخصوص اداب ورسوم کی رعایت نے انھیں ایک مخصوص مذہبی و اجتماعی فرقے کا رنگ دے دیا ہے۔بنیادی طور پر عرفان، اسلام سے کوئی ربط ہی نہیں رکھتا۔"(۲)

شہید مرتضیٰ مطہری نے عرفا و صوفیاء کے بارے میں تین طبقات کی آراء و خیالات کا ذکر کیا ہے۔

پہلا طبقہ بعض اسلامی فقہا اور محدثین کا ہے جن کے مطابق "عرفا عملی طور پر اسلام کے پابند نہیں ہیں۔کتاب و سنت سے ان کا تمسک صرف عوام کو فریب دینے اور مسلمانوں کے دلوں کو اپنی جانب کھینچنے کی غرض سے ہے۔"(۳)

دوسرا طبقہ عصر حاضر کے بعض ترقی پسندوں کا ہے۔اس طبقے کے مطابق بھی عرفا و صوفیاء "عملاً اسلام پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ عرفان و تصوف معنویت کی آڑ میں اسلام اور عربوں کے خلاف غیر عرب قوموں کی ایک تحریک ہے۔۔۔عرفا نے قرآن و سنت سے تمسک صرف عوام کے خوف سے اور تقیہ کے طور پر کیا ہے۔وہ اس طرح اپنی جان کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔"(۴)

تیسرا طبقہ غیر جانبداروں کا ہے جس کے مطابق "عرفان و تصوف خاص طور پر عملی عرفان میں اور بالاخص جہاں عرفان ایک فرقے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، بہت سے ایسے انحرافات اور بدعتیں نظر آتی ہیں جو قرآن اور معتبر حدیثوں سے میل نہیں کھاتیں۔لیکن خود عرفاء تمام اسلامی ثقافتی طبقات اور اکثر اسلامی فرقوں کی طرح اسلام کے تئیں خلوص رکھتے تھے اور اسلام کے خلاف کوئی بات ہرگز نہیں کہنا چاہتے تھے۔"(۵)

آیت اللہ مطہری کا اپنا نقطۂ نظر بھی اس حوالے سے ملاحظہ کیجیے۔"ہم تیسرے نظریے کو ترجیح دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عرفا بُری نیت نہیں رکھتے تھے، اس کے باوجود یہ ضروری ہے کہ عرفان اور اسلام کے عمیق معارف میں مہارت رکھنے والے کچھ افراد پوری جانبداری کے ساتھ عرفانی مسائل اور اسلام سے اس کے انطباق کے بارے میں بحث و تحقیق کریں۔"(۶)

آیت اللہ مطہری کی رائے کو مد نظر رکھا جائیں تو عرفان و تصوف پر تحقیق و تنقید کا نہ صرف راستہ ہموار ہو جاتا ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی دو چند ہو جاتی ہے۔ آیت اللہ خمینی خود اس وادیٔ عرفان کے رہرو تھے۔ اس کے باوجود ان کے کلام میں اہلِ عرفان و تصوف پر طنز و تنقید اور بعض اوقات اُن سے اظہارِ بیزاری و جنگ کرنے کا انداز ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ یہ سوال نہایت اہم ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب یا صوفیاء عرفا کے رویے تھے جن کی بنا پر خمینی نے اُن پر تنقید کی اور کڑی تنقید کی؟ صوفی و عارف و درویش و ناصح و حکیم سے اظہارِ بیزاری اور اعلانِ جنگ کرنا یقیناً بلا سبب تو نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آیت اللہ خمینی نے ایسا اپنے کسی ذاتی مفاد یا تعصب کی بنا پر کیا ہو۔ یہ بھی نا قابلِ قبول بات ہو گی کہ اگر ہم اس رویے کا سبب خمینی کی دنیا طلبی یا شہرت طلبی کو قرار دیں۔ ایسا بھی تو نہیں کہ وہ ایک انا پرست اور خود سر انسان تھے اس لیے صوفیا و عرفا پر طنز و تنقید کی ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خمینی ایک جامع الشرائط مجتھد، اعلیٰ درجے کے فقیہ، اسلام و مسلمین سے دلی و پُر خلوص ہمدردی رکھنے والی ذات، میدانِ عمل اور محرابِ عبادت و تفکر میں مشغول رہنے والے ولی تھے۔ "شعر امام ایک مرجع کا کلام ہے جن کے لیے آئین و حدود سے سرِ مُو انحراف بھی نا قابلِ برداشت ہوتا ہے اور شریعت کا چھوٹا سا حکم معطل ہونا بھی گوارا نہیں ہوتا لہٰذا ان کی بات کو مسند نشینانِ عرفان اور دعویٰ دارانِ معرفت کی باتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہو گا۔"(۷) متذکرہ بالا سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیۓ اُسی فن و شعبے سے متعلق ان کی کاوشوں کی طرف رجوع کرنا ہو گا جس میں خمینی کی طنز و تنقید سامنے آئی ہے۔ اُن کے اشعار کے عمیق معالعے سے اس سوال کے جواب کے مختلف و منتشر اجزا سامنے آ جاتے ہیں جن کو ایک ترتیب میں رکھ کر دیکھا جائے تو جواب مکمل اور قابلِ فہم صورت میں سامنے آ جاتا ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ آیت اللہ خمینی نے تصوف و عرفان کی اصل بنیاد اور اس کے وجود و افادیت پر نہیں، صوفی و عارف و درویش ناصح و حکیم و مدرس کے بعض سطحی، غیر مشروع اور ناقص طرزِ عمل پر تنقید کی ہے۔ وادیٔ تصوف و عرفان میں وارد سالکین کے درج ذیل رویے مجموعی طور پر زیرِ طنز و تنقید آئے ہیں۔

۔انا و انانیت

۔ اخلاصِ عمل اور قلبی و باطنی صفا و پاکیزگی کا فقدان اور اس سے شعوری و لاشعوری غفلت برتنا۔

۔ لذتِ وصال سے نا آشنائی اور فنا فی اللہ کی منزل تک پہنچنے کے بجائے اس کے بعض راستوں اور منزلوں پر ہی

رُکنا۔

۔ مکتب و مدرسے کی کتابی و نصابی سرگرمیوں اور ان میں مندرج آراء و نظریات کی باریکیاں سلجھانے، سمجھنے اور سمجھانے کو ہی عروجِ کمال اور منزلِ فلاح و نجات سمجھنا۔(امام خمینی کا اصل دیوان فارسی زبان میں ہے جس کا اردو منظوم ترجمہ ابن واعظ علی نے کیا ہے۔ یہاں قارئین کی سہولت کے لیے اردو منظوم ترجمے سے مثالیں پیش کی گئی ہیں)

ا۔ انا/ انانیت

آیت اللہ خمینی کی ایک نظم کا عنوان ''دریا و سراب'' ہے جس کے ایک شعر میں اہلِ تصوف و خرقہ کے دعوائے ارشاد پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِن کے خرقے میں سوائے ''انا'' کے اور کچھ بھی نہیں۔

یہ اہلِ جہل دعوائے ارشاد ہے جنھیں اک ''میں'' ہے ان کے خرقہ میں باقی علی الحساب (۸)

احساسِ خودی اور ادراکِ خودی ذاتی طور پر بُرا عمل و احساس نہیں بلکہ مطلوب و مستحسن امر ہے۔ یہ تب قبیح ولائق تعزیر ٹھہرتا ہے جب یہ انسان کو حق و حقیقت کے مقابلے میں لاکھڑا کردے یا ذاتِ باری کے کسی حکم کی تعمیل کی راہ میں حائل ہو جائیں یا کسی ایسے انفرادی و اجتماعی مورد میں اظہارِ انا کیا جائے جو صاحبِ شرع کی نگاہ میں قابلِ عتاب و عقاب ہو۔

علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب میں یوں خودی (انا) کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اسے فنافی اللہ کی ایک صورت قرار دیا ہے اور لکھا ہے۔

"حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات و تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے اس طرح پر (کہ) اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپرواہو جائیں اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائیں۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے۔"(۹)

متذکرہ بالا شعر میں محض وہی سالکینِ سیر وسلوک زیرِ تنقید ہیں جن کی ''انا'' کی بنیاد اُن کا جہل ہے۔ جہل بذاتِ خود حق و حقیقت کی راہ میں ایک مسلمہ رکاوٹ اور عوام الناس کی گمراہی و استحصال کا سبب ہے جو کہ قابلِ طنز و تنقید ہے۔

ب۔ اخلاصِ عمل اور قلبی و باطنی صفا و پاکیزگی کا فقدان اور اس سے شعوری و لاشعوری غفلت برتنا

عرفان و تصوف کُلی طور پر انسان کے قلب و روح کی طہارت و پاکیزگی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس وادی میں قلبی صفا اور روحانی طہارت و پاکیزگی کے بغیر گزرا نہیں ہو سکتا۔ قلب و روح کی پاکیزگی کے لیے مسلسل مجاہدہ اور سعی و کوشش کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ جو سالک اس وادی میں قدم رکھنے کے بعد حصولِ صفا و پاکیزگی میں غفلت برتے یا اپنے اذکار و اعمال میں سوائے ذاتِ باری کے کسی اور کی جانب رغبت و میلان رکھے یا اذکار و عبادات کو خلقِ خدا پر اپنی حیثیت و شخصیت کی برتری جتانے کا ذریعہ سمجھ لے وہ وادیٔ عرفان و تصوف میں موجود ہونے کے باوجود مطعون و مردود ٹھہرتا ہے۔ ایسا سالک اپنی تمام تر ظاہری ریاضت اور علم و محنت کے باوجود بھی اہلِ نظر کے نزدیک قابلِ تعزیر قرار پاتا ہے۔

عالِم اخلاص نہ رکھتا ہو تو پھر علم اس کا "پردہ بر عقل" کی تفسیر ہے اور کچھ بھی نہیں (۱۰)
صوفی میں صفا نظر نہ آئی مجھ کو اس صف میں وفا نظر نہ آئی مجھ کو (۱۱)
بے صفا اگر کوئی صوفی ہو تو اس کا قبلہ درِ مردِ زر و شمشیر ہے اور کچھ بھی نہیں (۱۲)

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف و عرفان کی دنیا میں عمل سے خالی ظاہری لفظی نعرے اور قیل و قال نہ صرف نامطلوب و ناپسندیدہ امور ہیں بلکہ سیر و سلوک اور صفا و پاکیزگی کے حصول میں بڑی رکاوٹ بھی بنتے ہیں۔ قلب و روح میں اگر پاکیزگی و صفا پیدا ہو جائے تو روح کی اتھاہ گہرائیوں سے آوازِ حق اور نوائے سروش سنائی دیتی ہے۔ امام خمینی کی ایک نظم "آوازِ سروش" کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے جس میں انھوں نے اسی نکتے کا ذکر کیا ہے۔

تو اگر صوفی و درویش کے نعروں پہ نہ جائے دل سے خود آئے تری روح میں آوازِ سروش (۱۳)

ج۔ لذتِ وصال سے ناآشنائی اور فنا فی اللہ کی منزل تک پہنچنے کے بجائے اس کے بعض راستوں اور منزلوں پر ہی رُکنا

صوفیانہ اصطلاح میں "فنا" کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ذات باری اور حق کی محبت میں اس طرح سے اپنے آپ محو و مشغول کرے کہ اس کا اپنا ذاتی و احساساتی وجود، وجودِ حق میں گم ہو جائے۔ بالفاظ دیگر "بندہ کی بشریت، ربوبیتِ حق میں محو و فانی ہو جائے" (۱۴)

عرفان و تصوف میں اصلی منزل منزلِ وصال اور فنافی اللہ ہونا ہے۔ باقی تمام تگ و دو اور مجاہدہ محنت اسی منزل و مقام تک رسائی کے لیے مقدمے، راستے اور وسیلے ہوتے ہیں۔ جو سالک فنافی اللہ کی منزل کو پائے بنا محض مجاہدہ کی روزمرہ روش کو ہی منزل قرار دے یا خرقہ پوشی ہی کو ہدف قرار دے یا عرفانِ نظری کی باریک علمی گتھیوں کو سلجھانے میں ہی مست و مگن رہے یا محض بدنی عبادات و اذکار و اوراد ہی کی ادائیگی میں گم رہے یا اپنے غیر کامل علوم و تجربات و مشاہدات کو خلقِ خدا کے لیے مشعل راہ ٹھہراتے ہوئے ارشاد و تبلیغ کے ظاہری بلند بانگ دعوے کرتا پھرے، اسے خود فلاح و نجات کی منزل ملے یا نہ ملے سادہ لوح عوام الناس کو ضرور گمراہ اور عرفان و تصوف کو قطعاً بدنام کر دیتا ہے۔ خمینی کی طنز و تنقید کے نشتروں کا رُخ ایسوں ہی کی طرف ہے۔

صوفی تو وصلِ دوست سے اب تک ہے بے خبر میں ایسے صوفیوں سے صفا چاہتا نہیں(۱۵)

خمِ گیسو میں ترے رازِ غمِ عشق ہیں سب صوفیا اس سے نہ واقف ہیں نہ اصحابِ صلیب (۱۶)
خرقۂ صوفی و جامِ مئے و شمشیر جہاد یہ ہیں سب قبلہ نما اصل میں تُو ہے قبلہ (۱۷)
صوفیا و عرفا نے نہیں دیکھا وہ دشت دستِ مطرب سے ملے مئے تو ملے راہِ صفا (۱۸)
کہتے ہیں انا الحق علی الاعلان یہ لوگ خود بیں ہیں فنا نظر نہ آئی مجھ کو (۱۹)

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام خمینی نے صوفیا و عرفا پر تنقید اس لیے کی ہے کہ علی الاعلان انا الحق کا نعرہ لگانے کے باوجود ان میں ''فنافی اللہ'' کی کیفیت و حالت نظر نہیں آتی۔ خرقہ پوشی، مجاہدۂ نفس اور حصولِ معرفت کی ایک روزمرہ عام روش ہی کو اصل مقصد و ہدف قرار دے کر لذتِ وصال اور منزلِ فنا سے غفلت و اغماض برتتے ہیں۔ منزلِ وصال سے ناآشنا اور صفائے روح و باطن سے عاری ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ظاہری خرقہ پوشوں کو امام خمینی نے نشانۂ طنز و تنقید بناتے ہوئے ان سے اظہارِ بے زاری اور اعلانِ جنگ کیا ہے۔ ان خرقہ پوشوں کے خرقے کو آیت اللہ خمینی نے ''خبث آلودہ خرقہ'' کہا ہے۔ (۲۰)

د۔ مکتب کے کتابی و نصابی آراء و نظریات کی تفہیم و تدریس کو ہی آخری منزلِ فلاح و نجات و کمال سمجھنا

قلب و روح کی پاکیزگی و بالیدگی کے لیے بنیادی طور پر اور صفا و پاکیزگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صفا و پاکیزگی کا جزوی طور پر حصول تو انسانی ذہنی تخلیقات و تجربات پر مشتمل علوم کے ذریعے ممکن ہے لیکن کامل صفا و طہارت ان ظاہری و اکتسابی علوم کے دائرہ عمل و تاثیر سے ماورا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرفان و تصوف کی

تاریخ پر دسترس رکھنے والے اہل دانش خود صوفی و عارف نہیں۔ اس کے کے برعکس ایسے عظیم عرفا و صوفیاء بھی تاریخ تصوف میں گزرے ہیں جنھوں نے تصوف پر کوئی وقیع و ضخیم تصنیف تحریر نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرفان و تصوف کا زیادہ اور بنیادی تعلق کتابی و نصابی سرگرمیوں اور مکتب میں رائج نصابوں میں مندرج اقوال و نظریات سے نہیں۔ مکتبی راہ وروش، نصاب و خطاب اور تسبیح و تدریس بھی عرفان و تصوف کے مدارج طے کرنے میں جزوی مدد فراہم کرتے ہیں کُلی نہیں۔ یہاں کی عمیق سے عمیق تر کتابیں بھی وادیٔ تصوف و عرفان کے سفر میں تنہا کافی نہیں ہوتیں۔ اس ضمن میں امام خمینی کا ایک شعر اور اسی سے مربوط ان کا ایک قول ملاحظہ کیجیے۔

نور "مصباح" نے بخشا نہ "فتوحات" نے فتح　　　میرا مطلب ہے پسِ پردۂ ملبوسِ حبیب (۲۱)

عہدِ شباب میں زرق برق مفاہیم و اصطلاحات میں سرگرم رہتا تھا جن سے نہ جمعیتِ خاطر نصیب ہوتی تھی نہ حال۔ "اسفارِ اربعہ" نیا پنے طول و عرض کے باوجود مجھے سُوئے دوست سفر سے روکے رکھا۔ نہ "فتوحات" سے فتح نصیب ہوئی اور نہ "فصوص الحکم" سے حکمت حاصل ہوئی۔ جب ایسی اہم کتابوں کا یہ حال ہے تو دوسری کتابوں کے بارے میں کیا کہا جائے؟ (۲۲)

اب اگر کوئی دانش جُو یا سالک اسی جزوی وسیلے کو کُل سمجھ بیٹھے یا سیر و سلوک کی وادی میں سفر کے لیے مکتب و مدرسے کے تدریسی نصاب سے ہی پوری اعانت حاصل کرنا چاہے یا اس کے برعکس شریعت کی حدود و احکامات کو بالکل پسِ پشت ڈال کر محض جنگلوں، غیر آباد مقامات، صحراؤں اور کوہساروں میں موجود تنگ و تاریک غاروں میں قیام کے ذریعے عرفانی و صوفیانہ کمالات کو حاصل کرنا چاہے یا منزلِ فنا تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے کہ کچھ جزوی مکاشفات ہو بھی جائیں لیکن ایسا سالک یا بندہ ولیٔ کامل، صوفیٔ صادق اور عارفِ حقیقی نہیں کہلا سکتا۔ صوفی و عارف اسلامی و شرعی حدود و احکام کا پابند ہوتا ہے۔ ان کی خلاف ورزی کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی جبکہ اللہ ہی تک رسائی تو صوفی و عارف کا مطمحِ نظر ہے۔ جس تک پہنچنا ہے اُسی کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اُس تک پہنچنے کی کوشش یقیناً سعیٔ نامشکور اور کوششِ ناتمام قرار پائے گی۔

امام خمینی نے اسی طرح کے ظاہری صوفیوں پر تنقید کی ہے۔اس حوالے سے ان کے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

خانقاہوں میں بھی کچھ ذکر نہیں ہے اس کا ——— بند ہے اس کے لیے دیر و کنیسہ کی زباں)۲۳)

دستِ دلبر میں جو ساغر ہے وہ ہے روح افزا ——— نہ مدرّس نہ مربی نہ حکیم اور نہ طبیب (۲۴)

مدرسے میں ہے اگر کچھ تو وہ ہے قیل و قال ——— داد گاہوں کو ترے ذکر کی فرصت ہی کہاں (۲۵)

عشق کے ساتھ چلا حوزۂ عرفاں سے جو میں ——— دیکھا، جو کچھ بھی پڑھایا گیا سب باطل تھا (۲۶)

جو ہے دل بستہ تسبیح، اسیر دیر و مسجد ہے ——— وہ لے کر آرزوئے جام، میخانے میں کیوں آئے (۲۷)

بس کتابیں ہی جو عرفان کی پڑھ لے عارف ——— قیدیٔ لفظ و تعابیر ہے اور کچھ بھی نہیں (۲۸)

مکتب کی قیل و قال سے کچھ بھی نا مل سکا ——— جز حرفِ دلخراش پس از شورش و خروش(۲۹)

روح اللہ خمینی کے ان تمام اشعار سے کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو ان کی تصوف و عرفان سے بیزاری اور اس پر تنقید کرنے کی وجوہات واضح طور پر سامنے آجاتی ہیں۔یہ وجوہات نہ صرف عرفان و تصوف سے عوام و خواص کو دور اور بیزار کرتی ہیں بلکہ اسلام کے عظیم صوفیائے کرام اور عرفائے عظام کی بدنامی اوملت اسلامیہ کی تضحیک کا باعث بھی بنتی ہیں۔ذرا حاسئہ نظر کو وسیع کرتے ہوئے دیکھا جائے تو یہی وجوہات عالم اسلام کی کمزوری اور غلامی کا بھی ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔متذکرہ بالا امور در اصل ہمارے مکتبی نظام تدریس، نصابِ تدریس اور خود نظامِ مکتب پر بھی ضمناً سوالیہ نشان قرار پاتے ہیں اور اربابِ حل و عقد کی شبانہ روز سرگرمیوں اور ان کے اصلاحی دعوؤں کی تائید یا تردید کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ خمینی، سید روح اللہ، بحوالہ: مقدمہ، **دیوانِ امام**، منظوم اردو ترجمہ: ابن واعظ علی، موسسہ تنظیم و نشر آثارِ امام خمینی، بین الاقوامی امور تہران، ایران، چھاپ اول ۱۹۹۹ء، ص ۶۲

۲۔ استاد مرتضیٰ مطہری، آیت اللہ، **اسلامی علوم کا تعارف**، ترجمہ: سید محمد عسکری، امامیہ پبلی کیشنز حیدر روڈ اسلام پورہ، لاہور، س ن، ص ۲۱۱

۳۔ ایضا، ص ۲۱۷

۴۔ ایضا، ص ۲۱۸

۵۔ ایضا، ص ۲۱۸

۶۔ ایضا، ص ۲۱۹

۷۔ **واحد ادبیات**، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، مقدمہ، دویون امام، منظوم اردو ترجمہ: ابن واعظ علی، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی تہران، ایران، چھاپ اول ۱۹۹۹ء، ص ۳۶

۸۔ **دریا و سراب** (نظم)، ایضا، ص ۶۶

۹۔ **مکاتیبِ اقبال** ۶۰/ ۲، بحوالہ اقبال اور قرآن، غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اکادمی لاہور، پاکستان، طبع ہفتم ۲۰۰۷ء، ص ۵۰

۱۰۔ مدعی (رباعی)، **دیوان امام**، منظوم اردو ترجمہ: ابن علی واعظ، موسسہ تنظیم و نشر آثارِ امام خمینی، بین الاقوامی امور تہران، ایران، چھاپ اول ۱۹۹۹ئص ۲۳۵

۱۱۔ **خرقۂ تزویر** (نظم)، ایضا، ص ۹۲

۱۲۔ **خرقۂ تزویر** (نظم)، ایضا، ص ۹۲

۱۳۔ **آوازِ سروش** (نظم)، ایضا، ص ۱۴۸

۱۴۔ **دیوان امام**، ایضا، ص ۳۶۰

۱۵۔ **شرح پریشانی نظم**)، ایضا، ص ۱۷۸

۱۶۔ **مکتبِ عشق** (نظم)، ایضا، ص ۶۹

۱۷۔ **دریائے جمال** (نظم)، ایضا، ص ۶۱

۱۸۔ **عیدِ نوروز** (نظم)، ایضا، ص ۵۷

۱۹۔ **مدعی** (رباعی)، ایضا، ص ۲۳۵

۲۰۔ **جامہ دَراں** (نظم)، ایضا، ص ۱۶۹

۲۱۔ **مکتبِ عشق** (نظم)، ایضا، ص۶۹

۲۲۔ سید روح اللہ، خمینی بحوالہ، مقدمہ، **دیوان امام**، واحد ادبیات، موسسہ تنظیم و نشر آثارِ امام خمینی تہران، ایران، چھاپ اول ۱۹۹۹ء، ص۳۷

۲۳۔ **کعبۂ عشق** (نظم)، منظوم اردو ترجمہ: ابن واعظ علی، موسسہ تنظیم و نشر آثارِ امام خمینی، تہران، ایران، چھاپ اول ۱۹۹۹ء، ص۱۲۶

۲۴۔ **مکتبِ عشق** (نظم)، ایضا، ص۶۹

۲۵۔ **کعبہ عشق** (نظم)، ایضا، ص۱۲۶

۲۶۔ **دریائے فنا** (نظم)، ایضا، ص۱۲۲

۲۷۔ **دیارِ دلدار** (نظم)، ایضا، ص۱۴۲

۲۸۔ **خرقۂ تزویر** (نظم)، ایضا، ص۹۲

۲۹۔ **پیرِ مغاں** (نظم)، ایضا، ص۱۴۹